Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:9 (1982)

تــــرکی میں دینی تعلیم کا جـائزہ

ثـروت صولت

(اس مضمون کا بیشتر حصہ ڈاکٹر صالح توغ [1] کے دو مضامین پر مشتمل ہے جو ماہنامہ THE UMMAH لندن کے اپریـل، مئـی اور جون جولائی ١٩٧٦ ء کے مشترکہ شماروں میں اور سہ ماہی AL ITTIHAD پلین فیلڈ (انڈیانا) کے جنوری مارچ ١٩٨١ ء کے شمارے میں شائع ہوئے تھے الاتحاد ، ریاستہائے متحدہ اور کنیڈا کے مسلمان طلبہ کی ایسوسی ایشن (M S A) کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے دوسرے ذرائع سے میں نے جو اضافے کئے ہیں ان کے حوالے دئے گئے ہیں ۔ ثروت)

"ترکی میں اسلام کی قوت کا اندازہ وہاں کے تعلیمی اداروں کا جائزہ لئے بغیر نہیں کیا جا سکتا ۔ ایک ایسے ملک میں جس کی ٩٩ فیصد آبادی مسلمان ہے اس میں اگر دینی مدارس کے کردار کا صحیح اندازہ نہ کیا جائے تو اس ملک میں مذہب کی اہمیت کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے میں غلطی کا امکان ہے۔لہذا اس مقصد کے پیش نظر ترکی میں مذہبی تعلیم کی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

پس منظر

اسلام میں تعلیم اور اشاعت تعلیم کو جو اہمیت دی گئی ہے ویسی اہمیت دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں دی گئی ۔ قرآن میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جگہ جگہ علم کی

اهمیت پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن کی جو پہلی آیت حضور پر نازل ہوئی اس میں پڑھنے اور لکھنے کی اهمیت بتائی گئی ہے۔ اسلامی تحریک کا آغاز ایک نئے نظریہ سے ہوا جو غیر اسلامی نظریات کے خلاف ایک احتجاج ہے۔ لہذا اس پس منظر میں یہ ضروری تھا کہ تعلیم کے بارے میں ایک ٹھوس حکمت عملی اختیار کی جائے اور اس کے تحت تعلیم کو عام کیا جائے۔ تاریخ اسلام میں پہلا تعلیمی ادارہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد قائم کیا تھا۔ یہ مسجد نبوی کے ساتھ تھا اور صفہ کہلاتا تھا۔ آنیوالی صدیوں میں اسکا دوسرے تعلیمی اداروں پر بہت اثر پڑا۔ صفہ حضورؐ کے بعد بھی تعلیمی مرکز کی حیثیت سے کئی سال تک کام کرتا رہا۔ مسجد اور مدرسہ کی یہ مشترکہ سرگرمیاں بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں بھی قائم رہیں بلکہ اس کے بعد اس وقت بھی جاری رہیں جب مدرسہ کیلئے جداگانہ عمارتیں تعمیر ہونے لگیں۔ بصرہ ، فسطاط کوفہ ، قیروان ، موصل اور دوسرے مقامات کی مسجدوں میں جو تعلیمی ادارے قائم تھے ان کا تاریخی کتابوں میں تفصیل سے ذکر ہے۔

دوسرا مرحلہ نجی مدرسوں کے قیام کا ہے۔ یہ مدرسے علماء کی رھائش گاھوں میں ہوتے تھے اور ان میں ان مختلف مضامین کی تعلیم دی جاتی تھی جن کو پڑھانے کا انتظام مسجدوں میں نہیں تھا۔ یعنی علوم حکمت اور فنی تعلیم اگرچہ یہ وسعت کے لحاظ سے چھوٹے ہوتے تھے ، لیکن ان کی تعداد بہت تھی اور ان مدرسوں نے تعلیم اور علم کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

تیسرا مرحلہ ایسے مراکز کا قیام ہے جہاں ترجموں کا کام ہوتا تھا ، جیسے بغداد کا دارالحکمت ، جہاں سریانی اور دوسری قدیم زبانوں کی

کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوتا تھا ۔ فاطمی دور میں ایسا ہی ایک ادارہ دارالعلم کے نام سے قائم تھا جو ایک مخصوص فرقہ کے استعمال میں آتا تھا اور جس میں حصول علم کے اصل مقصد کو نظر انداز کر دیا گیاتھافی الحقیقت جب مذہب کو اس قسم کے اداروں میں مسخ کیا جانے لگا تو گمراہ کن افکار کو روکنے کیلئے راسخ العقیدہ مسلمانوں نے مدرسے کیلئے علیحدہ عمارتیں تعمیر کرنا شروع کیں ۔ یہ قرون وسطیٰ میں اسلامی تعلیم کے نظام کا چوتھا مرحلہ تھا ۔

ان مدرسوں نے اسلامی دنیا کے تعلیمی نظام میں گہرا اثر ڈالا اور ترکوں کو من حیث الجماعت مسلمان بنانے میں ان مدرسوں سے بڑی مدد ملی ۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ مدرسہ کی عمارت کا تصور نوبہار (ویہار) سے لیا گیا ہے جو اویغور ترکوں کے زمانے میں بدھ مت کی خانقاہوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں ۔ اسوقت ترکوں کے بعض قبائل بدھ مت کے پیرو تھے ۔ بلخ ، بخارا اور سمر قند میں بدھوں کی جو خانقاہیں تھیں وہ کمروں پر مشتمل ہوتی تھیں جو ایک دائرے کی شکل میں بنے ہوئے تھے اور جن کے دروازے صحن میں کھلتے تھے ۔ مشرقی ترکستان میں طرفا (۲) کے مقام پر جو کھدائی ہوئی ہے اس میں عہد قدیم کی بعض تحریریں ملی ہیں ۔ ان میں سے ایک تحریر اویغور ترکوں کی ایک خانقاہ سے متعلق ہے جس میں دوسرے مدرسوں کے علاوہ ایک طبی مدرسہ بھی قائم تھا ۔ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ ان ویہاروں کی ساخت نے جن کی اویغور ترکوں کے ملک میں کثرت تھی سلجوقی دور کے مدرسوں کے فن تعمیر پر اثر ڈالا ہوگا ۔ ڈبلو بار تھولڈ ((BAR THOLD) کا دعوی ہے کہ جب سلجوقیوں نے اپنے ابتدائی دور کے مدرسے تعمیر کئے تو انہوں نے مدرسوں کی عمارت اور طرز تعمیر میں بدھ مت کے ویہار کو

نمونہ بنایا ۔ یعنی کمرے دائرے کی شکل میں بنائے جن کا رخ صحن کی طرف ہوتا تھا ۔ اسکے علاوہ انہوں نے ویہار کے کسی اور پہلو کی تقلید نہیں کی ۔

سلجوقی دور

پہلا مدرسہ جو بعد میں دوسرے مدرسوں کیلئے بنیاد بنا دسویں صدی عیسوی میں طبران میں قائم ہوا ۔ اس مدرسہ میں ، جسے ترکوں نے تعمیر کیا تھا ، تفسیر ، حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوعلی الحسینی القشیری متوفی ۱۰۷۲ ء نے اس قسم کے اور بھی کئی مدرسے نیشاپور میں قائم کئے تھے جو سلجوقیوں کا دارالسلطنت تھا ۔ ان میں سے بعض میں حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی بعض میں فقہ کی اور بعض میں تمام اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ ابو علی الحسینی القشیری کے مدرسہ حدیث میں طلبہ کی تعداد ایک ہزار تھی ۔

مشرق کے اسلامی ملکوں میں رفتہ رفتہ مدرسوں کی تعداد بڑھتی گئی ۔ گیارھویں صدی کے نصف اول میں محمود غزنوی (۹۹۷ء تا ۱۰۳۰ ء) کے دور میں ضلع نیشاپور میں چار ایسے بڑے مدرسے قائم ہو چکے تھے جن میں تمام اسلامی علوم پڑھائے جاتے تھے ۔ ترک حکمرانوں نے اپنے اپنے ناموں سے مختلف شہروں میں مدرسے قائم کئے ۔ محمود غزنوی نے اپنے دارالحکومت غزنی میں ایک مدرسہ قائم کیا ، طغرل (۱۰۳۷ ء تا ۱۰۶۳ ء) نے ۱۰۴۶ ء میں نیشاپور میں مدرسہ قائم کیا ۔ ان میں سب سے اہم مدرسہ نظامیہ تھا جسے الپ ارسلان اور ملک شاہ سلجوقی کے وزیر اعظم نظام الملک نے قائم کیا تھا ۔ اور جسکے صدر مدرس امام الحرمین تھے ۔ نظام الملک نے ابو اسحٰق شیرازی کیلئے بغداد

میں بھی ایک مدرسہ قائم کیا ، وہ بھی مدرسہ نظامیہ کہلاتا تھا ۔ ابو اسحٰق شیرازی اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہہ تھے ۔ اس مدرسہ کے بعد اسلامی دنیا کے مدرسوں نے ایک باقاعدہ اور باضابطہ تعلیمی ادارہ کی شکل اختیار کر لی ۔ ان مدرسوں میں حسب ذیل مشترکہ خصوصیات پائی جاتی تھیں ۔

عمارت کے اندر ایک صحن ہوتا تھا اور اس کے چاروں طرف کمرے بنے ہوتے تھے ۔ یہ طریقہ کہ مسجد کے پچھلے حصہ میں درسی کمرے اور دارالاقامہ تعمیر کئے جائیں اب ترک کر دیا گیا ۔

اب مدرسہ کی عمارت مسجد سے الگ ہوتی تھی ، لیکن عمارت کے اندر نماز کیلئے جگہ مخصوص ہوتی تھی ۔

درس کیلئے نجی اور مشترکہ کمرے تعمیر کئے گئے اور عمارتیں بنائی گئیں ، مدرسہ میں کتب خانوں ، حماموں ، شفاخانوں اور باورچی خانوں کیلئے علیحدہ عمارتیں تعمیر کی گئیں ۔

ان مدرسوں کے اخراجات کیلئے بڑے بڑے اوقاف قائم کئے گئے اوقاف کی آمدنی سے طلبہ کو وظائف بھی دیئے جاتے تھے ۔

بغداد کے مدرسہ نظامیہ کو دو مقاصد کیلئے قائم کیا گیا تھا ۔ تعلیم دینا اور اخلاق اور افکار کی تطہیر کرنا ۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے قیام کے بعد اسلامی دنیا کا ایک نیا دور شروع ہوا ۔ مدرسہ کی تعمیر پر چھ لاکھ روپے خرچ آئے تھے اور اس کے اخراجات کیلئے دوکانیں ، مسافر خانے ، حمام اور زمینیں وقف کی گئی تھیں ۔ مدرسہ میں دینیات کے علاوہ ، ریاضی ، علم ہیئت اور اسی قسم کے دوسرے علوم بھی پڑھائے جاتے تھے ۔ بعد میں یورپ میں اسی قسم کے مدرسے قائم ہوئے اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بغداد کا مدرسہ نظامیہ جسکے صدر مدرس امام

غزالی تھے دنیا کی پہلی یونیورسٹی تھی ۔

اس کے بعد گیارھویں اور بارھویں صدی میں ترکوں نے دمشق ، حلب، حماد ، حمص ، بعلبک اور یروشلم میں متعدد مدرسے قائم کئے ۔ ان مدرسوں کے نام التاجیه (بغداد)، الترخانیه (دمشق)، الامینیه (دمشق)، الصلاحیه (بیت المقدس)، الفاضلیه ، العادلیه السیطیه ، الشریطیه ، العمریه ، العمادیه ، الاسدیه ، المجاهدیه ، الریحانیه ، المستنصریه تھے اور پھر مدرسه عبدالقادر جیلانی مدرسه ابوحنیفه اور مرجانیه تیرھویں اور چوھدویں صدی میں قائم ہوئے ۔

سلاجقه روم

سلاجقه روم نے بھی اسی قسم کے تعلیمی ادارے ارض روم ، سیورس ، قونیه ، سنوپ ، قیصریه ، قیر شہر ، ارگپ ، کوتاهیه ، بے شہر، فیسا اور اناطولیه کے دوسرے شہروں میں قائم کئے ۔ ہر مدرسے کے ساتھ اوقاف کی جائیداد ہوتی تھی جس سے اخراجات پورے کئے جاتے تھے اساتذہ کی تنخواهیں بھی اوقاف کی آمدنی سے ادا ہوتی تھیں اور بعض صورتوں میں طلبه کو وظیفے بھی اسی آمدنی سے دیئے جاتے تھے ۔ تاکه وہ معاش کی فکر سے آزاد ہو کر یکسوئی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں ۔ ہر مدرسه کا ایک وقف نامه ہوتا تھا ۔ لیکن ابھی تک ہمیں ان مدرسوں کی مدت تعلیم کے بارے میں کوئی قطعی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں ۔

قره تائے مدرسه ، جسے سلجوقی دور میں قونیه میں قائم کیا گیا تھا ، اس کے وقف نامه سے معلوم ہوتا ہے که طلبه دو حصوں میں تقسیم تھے۔ ایک حصه فقیهه کہلاتا تھا اور دوسرا ملازم (۳)۔ عثمانی دور کے مدرسوں میں بھی طلبه ان ہی دو حصوں میں تقسیم تھے جیسا که آگے بتایاگیا

ہے۔ قیر شہر کے جاجابے مدرسہ کے وقف نامہ میں ایک غیر معمولی دفعہ بھی نظر آتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ طلبہ کو اپنی تعلیم تین سال میں مکمل کر لینی چاہیئے۔

اساتذہ جن مضامین کی تعلیم دیتے تھے وقف ناموں میں اسکی وضاحت ہوتی تھی۔ نظامیہ بغداد میں اگر ایک معلم اسلامی فقہ کی تعلیم دیتا تھا تو دوسرا ادب کی اور تیسرا دینیات کی۔ قرہ تائے مدرسہ کے وقف نامہ میں منجملہ دوسری باتوں کے یہ تاکید بھی کی گئی تھی کہ استاد کو فقہ اسلامی حدیث، تفسیر، اصول فقہ اور اصول حدیث میں کامل ہونا چاہیئے اور یہ کہ استاد فقہ حنفی کا پیرو ہو۔

قونیہ کے التون ابا مدرسے کی دستاویز میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ استاد کیلئے حنفی ہونا ضروری ہے۔ سیورس کے گوک مدرسہ کے کاغذات میں مدرس کیلئے شافعی ہونے کی پابندی لگائی گئی ہے، لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر شافعی مدرس دستیاب نہ ہو تو حنفی مدرس کو مقرر کیا جا سکتا ہے۔ پرانے اور بڑی عمر کے طلباء میں سے کسی ایک کو مدرس کا معاون بنا دیا جاتا تھا اور اس کو معید کہا جاتا تھا۔ اناطولیہ کے ہر مدرسہ میں دو معید ملازم ہوتے تھے، لیکن قونیہ کے مدرسہ قرہ تائے میں صرف ایک معید تھا اور سیورس کے مدرسہ برجیہ میں تین معید تھے۔

سلجوقی دور کے مدرسوں میں ڈپلوما کو اجازۃ کہا جاتا تھا۔ یہ علم حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔ یہ اجازہ مدرس اپنے نام سے دیتا تھا اور مدرسہ کا نام نہیں لیا جاتا تھا۔ مغربی یونیورسٹیوں میں پی۔ ایچ۔ ڈی کے امتحانات کا جو طریقہ رائج ہے وہ اجازہ کے اسی طریقہ سے لیا گیا ہے۔

اناطولیه کے سلجوقی مدرسوں میں خصوصی اعلی تعلیم کا انتظام بھی تھا ۔ یہ نظام عراق اور شام کے نظاموں سے مختلف تھا ۔ اس قسم کے مدرسے دارالحدیث ، دارالفقه اور مدرسه طب کہلاتے تھے ۔ مثلاً قونیه کے انجه مدرسه اور سرچالی مدرسه میں صرف طب کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ قیر شہر اور کوتاهیه کے مدرسوں میں علم هیئت اور علم نجوم کی تعلیم کا انتظام تھا ۔ دارالحدیث میں آنحضرت ﷺ کی سیرت ، آثار صحابه اور علم درایت کی تعلیم دی جاتی تھی ۔ جہاں تک دارالفقه یا فقہی مدرسوں کا تعلق ہے ۔ وہ علم فقه کی تعلیم سے تعلق رکھتے تھے اور ان میں عبادات ، معاملات ، دیوانی اور تعزیری قوانین ، نظام عدل ، بین الاقوامی قانون علم الفرائض یعنی قانون وراثت کی تعلیم دی جاتی تھی۔

سلجوقیوں کے بعد جب اناطولیه میں چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں تو ان میں سے دانش مند خاندان اور ارتق اور غللری (آل ارتق) نے بارھویں اور تیرھویں صدی میں کئی اهم مدرسے قائم کئے ۔ ان کی تعداد میں تیزی سے اضافه ہونے لگا اور اس روایت کی ایلخانیوں نے اور ان کے بعد قائم ہونے والی ریاستوں نے خصوصاً قره مانلی ریاست نے قائم رکھا ۔

عثمانی دور

عثمانی دور کے مدرسے فی الحقیقت سلجوقی دور کے مدرسوں کا تسلسل هیں اور ان میں تعلیم اسی طرز پر دی جاتی تھی ۔ آل عثمان کے دور کا پہلا مدرسه بروصد کے قریب ازنیق کے مقام پر قائم کیا گیا تھا ۔ دوسرے عثمانی سلطان اور خان غازی کے زمانه میں اس مدرسه کے صدر مدرس مشہور ترک عالم داؤد قیصری (۴) تھے ۔ عثمانی مدرسوں میں تعلیم دینے کیلئے نه صرف اناطولیه سے بلکه ایران ، ترکستان ، مصر ، شام

اور اسلامی دنیا کے دوسرے حصوں سے علماء کو دعوت دیکر بلایا جاتا تھا ۔ فتح استنبول کے بعد عثمانی سلاطین اور دوسرے افراد نے شہر میں بکثرت مدرسے قائم کئے ۔ سلطنت عثمانیہ کے یورپی حصہ کے چھوٹے اور بڑے شہروں میں بھی مدرسے قائم کئے گئے ۔ اسی طرح ان شہروں میں کتب خانے بھی قائم کئے گئے جو ترکی میں قیام جمہوریت تک موجود تھے ۔

ان مدرسوں کے وقف ناموں کو اور ان کے قوانین اور ضوابط کو یا تو حکمرانوں کے احکام کے مطابق مرتب کیا جاتا تھا ۔ یا ان کو ممتاز امراء اور علمائے دین مرتب کرتے تھے ۔ ان میں بتایا جاتا تھا کہ مجلس انتظامیہ کے ارکان کس طرح منتخب کئے جائیں ۔ وہ کس صلاحیت کے ہوں اور وہ مدرسہ کو کس طرح چلائیں ۔ وقف ناموں میں ان زمینوں ، دکانوں اور جائیدادوں سے ہونے والی آمدنی کا ذکر ہوتا تھا جو مدرسہ کیلئے وقف کی جاتی تھیں ۔ ان وقف ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ کی مجلس انتظامیہ حسب ذیل افراد پر مشتمل ہوتی تھی ۔

لجنہ التاویلیہ (مجلس متولیان) ، کتاب یعنی کلرک اور منشی جابیان (آمدنی وصول کرنے والے محصل) اور محاسب ۔

ان تمام منتظمین اور ملازمین کو ان کے کام کا معاوضہ ادا کیا جاتا تھا ۔ ان کے کام کی پہلی ذمہ داری صدر اعظم پر ہوتی تھی اس کے بعد دیوان عالی یعنی عدالت عالیہ نگران ہوتی تھی ۔ مجلس متولیان اور نگرانوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں سلطان یا بے ثالثی کے فرائض انجام دیتا تھا . اساتذہ اور طلباء کے حقوق اور انکے باہمی تعلقات کا عام طور پر ضوابط اور قوانین میں تعین کر دیا جاتا تھا ۔ اساتذہ اور طلبہ کی حاضری کا حساب رکھنے کیلئے ایک افسر ہوتا تھا جو نقطہ جی کہلاتا

تھا ۔ اساتذہ کا عملہ مدرسوں (پروفیسر) اور ان کے معاونوں (معید) پر مشتمل ہوتا تھا ۔ ۔

نصاب تعلیم مکمل کرنے کے بعد طالب علم کو اجازہ مل جاتا تھا اور وہ کسی بھی مدرسہ میں درس وتدریس کا پیشہ اختیار کر سکتا تھا اور اگر وہ ایک مجلس علماء کے آگے بعض امتحانی سوالوں کا صحیح جواب دینے کے قابل ہوتا تھا تو وہ کسی بھی مدرسہ میں مدرس (پروفیسر) مقرر ہو سکتا تھا ۔ ان سوالوں کے جواب میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے امیدوار کے لئے اعلی صلاحیت کا مظاہرہ کرنا ضروری ہوتا تھا ۔ عملہ اساتذہ کو مدرسہ کے اندر ایک خاص قسم کا لباس پہننا پڑتا تھا ۔ پڑھائی ہفتہ میں چار دن ہوتی تھی ۔ منگل ، جمعرات اور جمعہ کو چھٹی ہوتی تھی ۔

وہ بچے جو ابتدائی مدرسہ میں تعلیم مکمل کر لیتے تھے وہ مدرسوں میں ثانوی درجہ کی سطح پر داخل ہوتے تھے ۔ جب وہ یہاں کا نصاب مکمل کر لیتے تھے وہ ان کو اعلی مدرسہ میں داخلہ مل جاتا تھا ۔ مدرسہ کے طلبہ نجی دارالاقامہ میں رہتے تھے جن کی عمارت مدرسہ سے ملحق ہوتی تھی ۔ طلبہ کو وظائف دیئے جاتے تھے جو ان کے جیب خرچ اور مختلف ضروریات پوری کرنے کیلئے ہوتے تھے ۔ رہائش اور کھانے کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوتا تھا ۔ ان مدرسوں کے نصاب دو حصوں میں تقسیم تھے ۔

علــوم عــالیہ

(امــدادی علــوم) ۔ اس نصاب کے تحت دینیات ، منطق ، فن خطابت ، لغت ، ادب ، حساب ، جیامیٹری (ہندسہ ، علم ہیئت ، فلسفہ ، تاریخ اور جغــرافیہ کی تعلیم دی جاتی تھی) ۔

علــوم عــالیه (اعلی علــوم) اس نصاب کے تحت مطالعه قرآن ، حدیث اور اصول حدیث ، فقه اسلامی اور اصول فقه عقائد اســلام اور تفسیر قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی ـ

مذکوره بالا مضامین میں سے ہر مضمون کی درسی کتابیں مقرر تھیں ان کے علاوه ان موضوعات پر بلند پایه حنفی علماء کی وه کتابیں بھی پڑھائی جاتی تھیں جو اب بھـی حوالـه کی کتابـوں کی حیثیـت سے قدروقیمت رکھتی ھیں اور اسلامی ادب عالیه کا ایک حصه ھیں ـ

انیسو یں اور بیسو یں صدی کا تعلیمی نظام

عثمانی خلافت کی گرفت جب بلقان میں کمزور ھونا شروع ھوئی تو ترکوں نے یورپ سے اپنی پسپائی کے سماجی ، ثقافتی ، فنی اور فوجی اسباب پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا ـ عثمانی ترکوں کا یورپ سے پہلا تعلق فوجی اور سیاسی میدانوں میں تصادم کی شکل میں ھوا تھا اور ترک پانچ سو سال تک یورپ کے ایک بڑے حصه میں موجود رھے تھے ـ یورپ سے اس قریبی تعلق کی وجه سے ترک اسلامی دنیا کی پہلی قوم تھی جو مغربی تصورات سے متاثر ھوئی ـ مغرب کے ان اثرات نے ترکوں کے اندر ایک رد عمل پیدا کیا ـ مدرسه کا قدیم تعلیمی نظام ایسا تھا جس میں تحقیق اور جدت کے راستے بند تھے ـ اس لئے عثمانی ترکوں

دوسری مشروطیت کے زمانے میں ۱۹۱۰ ء ، ۱۹۱۴ ء ، ۱۹۱۷ ء میں اور اس کے بعد ۱۹۱۹ ء اور ۱۹۲۲ ء میں مدرسوں کے قدیم نظام میں کئی تبدیلیاں کی گئیں اور اس میں وسعت پیدا کی گئی ـ دارالخلافت عــالیه کے نام سے نئے مدرسے قائم کئے گئے ۔ان میــں مدرسة الواعظیــن دارالخلافه مــدرسه لــری (یعنی دارالخلافـه کے مدرسے) اور مدرسه المتخصصین اسلامی علوم کی توسیع کا باعث ھوئے ـ ان مدرسوں کا نظام ایک مرکزی

تنظیم کے تحت تھا اور ان میں حسب ذیل مضامین کی تعلیم دی جانے لگی ۔

قرآن ، تفسیر قرآن ، حدیث ، فقہ ، اصول فقہ ، مابعد الطبیعات ، فلسفہ ، عربی ، منطق ، علم کلام ، بلاغت ، عربی ادب، سیرت ، قصص الانبیاء ، تاریخ اسلام ، تقابل مذاهب ، ترکی زبان ، فارسی ، جغرافیہ ، ریاضی ، نفسیات ، حفظان صحت ، معاشیات ، خطاطی ، فرانسیسی ، انگریزی ، جرمن اور روسی ۔

ابتدائی جمہوری دور

ترکی میں قیام جمہوریت کے بعد ۱۹۲۴ ء میں توحید تدریسات یعنی یکساں نصاب تعلیم کا قانون نافذ کیا گیا جس کے بعد ترکی میں تمام دینی مدرسے بند کر دیئے گئے اور ان کی جگہ امام خطیب مدرسے قائم کئے گئے تاکہ مسجدوں کی ضرورت پوری کی جا سکے ۔ اس قسم کے اولین مدرسے ستمبر ۱۹۲۴ ء میں قائم ہوئے اور ان کی تعداد انتیس تھی ۔ ۱۹۲۶ ء میں یہ تعداد بیس رہ گئی ۔ ۱۹۲۷ ء میں دو مدرسے رہ گئے ۔ یہ دو مدرسے بھی ۱۹۳۰ ء میں بند کر دیئے گئے ان کی آخری کھیپ ۱۹۳۳ ء میں نکلی ۔

ترکی میں پہلی یونیورسٹی دارالفنون کے نام سے ۱۹۰۰ ء میں قائم کی گئی تھی جو بعد میں استنبول یونیورسٹی بنی ۔ اس میں پانچ شعبے تھے جن میں ایک دینیات کا شعبہ تھا ۔ ۱۹۱۹ء کی تعلیمی اصلاحات میں یہ شعبہ ختم کر دیا گیا ، لیکن ۱۹۲۴ ء میں " الهیات فیکلٹی " کی شکل میں پھر قائم کر دیا گیا ۔ اس کے بعد جب ۱۹۳۳ ء میں استنبول یونیورسٹی میں اصلاحات کی گئیں تو یہ فیکلٹی بھی ختم کر دی گئی اور اس کی جگہ اسلام تدقیق لری انستی توسو (**اسلامی تحقیقات**

کا انسٹی ٹیوٹ) قائم کیا گیا جو شعبہ ادبیات (فیکلٹی آف آرٹس) سے ملحق تھا ۔ یہ انسٹی ٹیوٹ بھی زیادہ نہیں چل سکا اور صرف ایک مضمون " دین اسلام اور اس کا فلسفہ " تک محدود کر دیا گیا ۔ اس کی تعلیم مرحوم محمد شرف الدین پالت قیا (٦) (١٨٧٩ ء تا ١٩٤٧ ء) ١٩٣٢ ء تک دیتے رہے ۔ اس سال وہ شعبہ مذہبی امور کے رئیس مقرر کئے گئے اور یہ انسٹی ٹیوٹ بند کر دیا گیا ۔ ١٩٥٤ ء میں یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات میں پروفیسر ذکی ولیدی طوغان (٧) کی سربراهی میں اسلامی مطالعہ کے ادارے (ISLAM ARASTIRMALARI INSTITUSU) کے نام سے ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا جو اب بھی موجود ہے ، لیکن اب یہ تعلیمی ادارہ نہیں ہے بلکہ تحقیقاتی ادارہ ہے ۔

جمہوریہ ترکی کے ابتدائی سالوں میں دینی تعلیم کے زوال کی وجہ یہ تھی کہ ١٩٢٨ ء میں ترکی کو ایک سیکولر ریاست قرار دیدیا گیا تھا ، جس کے بعد ریاست کا مذہب سے تعلق ختم ہو گیا تھا ۔ یہ بات سیکولر ازم کی غلط تعمیر کا نتیجہ تھی ۔ اس غیر معقول طرز عمل کے اسباب حسب ذیل تھے ۔ ۔

(١) بعض ترک مفکر جو اگرچہ اقلیت میں تھے ۔ انیسویں اور بیسویں صدی کے مذہب دشمن نظریہ اور فلسفہ ثبوتیت (POSITIVISM) ۔کے تحت اسلام کو سلطنت عثمانیہ کے زوال کی سب سے بڑی وجہ سمجھتے تھے ۔

(٢) پہلی جنگ عظیم (١٩١٤ء تا ١٩١٨ ء) کے دوران جبکہ ترک مغرب کی سامراجی حکومتوں کے خلاف جنگ کر رہے تھے عربوں نے ترک مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا جس کی وجہ سے ترک قوم پرستوں کی نظر میں اسلام کی وقعت نہیں رہی ۔

(۳) ترکی جمہوریہ کے بانیوں میں اکثریت ان فوجی افسروں کی تھی جو ثبوتیت کے نظریہ اور مغربیت اور ترک قوم پرستی کے تصورات سے متاثر تھے ۔ اس بات نے ان کو سیکولر ازم کا کٹر حامی بنا دیا تھا ۔ مصطفے کمال سیکولر ازم کے زبردست حامی تھے ۔ اگرچہ انہوں نے اشتراکی روس کی طرح مذہب کے خلاف مہم نہیں چلائی ۔ ان کا مقصد اسلام کو ختم کرنا نہیں تھا بلکہ اسکو ریاست سے بیدخل کرکے نجی عبادت اور عقیدے تک محدود کرنا تھا ۔ لیکن اس کے باوجود اتا ترک اور ان کے جانشینوں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی کہ ترکی میں دینی مدرسے کو اسی قسم کی خود مختاری مل جائے جو ترکی میں عیسائی اور یہودی اقلیتوں کے مدرسوں کو حاصل ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر اسلامی تعلیمی اداروں کو مکمل خود مختاری دے دی گئی تو ان اداروں پر رجعت پسند عناصر قابض ہو جائیں گے ۔ چنانچہ جب ۱۹۲۴ ء میں توحید تدریسات کے قانون کے تحت تمام تعلیمی اداروں کو وزارت تعلیم کے تحت کر دیا گیا تو مذہبی مدرسوں کو بھی سرکاری تحویل میں لے لیا گیا لیکن مذہبی امور کا محکمہ وزیر اعظم کے تحت کر دیا گیا ۔ محکمہ کا کام مسجدوں کے اماموں کی تربیت ، عبادت کا انتظام اور خطبوں کی نگرانی قرار دیا گیا ۔ چنانچہ اس وقت تک ترکی میں مغربی ملکوں کے کلیسا کی طرح کوئی خود مختار دینی ادارہ موجود نہیں ۔ اس طرح ترکی میں دینی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے "عہد جاہلیت"(۸) کا آغاز ہوا جو ۱۹۲۴ ء سے ۱۹۴۹ ء تک رہا ۔

حفظ قرآن کے مدرسے

۱۹۳۳ ء سے ۱۹۴۶ ء تک ترکی میں باضابطہ مذہبی تعلیم کی ضرورت پر بہت کم زور دیا گیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۳۳ ء سے ۱۹۴۹ ء

تک اسلام تدقیق لری انسٹی ٹیوٹ سے قطع نظر سرکاری طور پر دینی تعلیم کا انتظام صرف ان ابتدائی اسباق میں تھا ۔ جو حفظ قرآن کے نصاب (COURSE) کہلاتے تھے اور جہاں قرآن حفظ کرایا جاتا تھا ۔ ان اسباق کا انتظام محکمہ امور مذھبی انجام دیتا تھا اور ان پر بھی وزارت تعلیم کی کڑی نگرانی ھوتی تھی ۔ ان نصابوں کا انتظام ۱۹۲۵ ء میں کیا گیا ۔ اس سال یہ نصاب صرف دس اسباق پر مشتمل تھا ۔ ہر سبق میں ۱۹۳۱ ء تک اوسطاً ۳۵ طلبہ ھوتے تھے ۔ جب یہ مقبول ھو گئے تو ان نصابوں کی تعداد اکسٹھ ھو گئی ۔ اساتذہ کی تعداد ٦۵ تک اور طلبہ کی تعداد دو ہزار اکیس مردوں اور سات سو چوالیس خواتین تک پہنچ گئی ۔ اس تعداد میں اب بھی برابر اضافہ ھو رہا ہے ۔ درس کر کمروں اور دارالاقامہ وغیرہ کی حالت بہتر بنائی گئی ہے ۔ یہ تعلیم بھی اب تک وزارت تعلیم کی کڑی نگرانی میں ہے (۹) تعلیم تلاوت اور حفظ قرآن تک محدود ھوتی ہے جس میں دو سے تین سال صرف ھوتے ھیں ۔ ساری تعلیم رضاکارانہ ہے ۔

سیکولر ترکی میں دین کی اس بے بسی نے سنگین اور سخت قسم کے مسائل پیدا کر دیئے ۔ نئی مسجدوں کی تعمیر کی وجہ سے اور دوسری عالمی جنگ کے بعد مذھبی تعلیم میں توسیع کی وجہ سے ایسے باصلاحیت علماء کی کمی محسوس ھونے لگی جو امامت کے فرائض اور دوسرے دینی امور انجام دے سکیں ۔ کیونکہ علماء کی تربیت کا کام ایک پشت سے عملاً بند ھو گیا تھا ۔ اور یہ خطرہ پیدا ھو گیا تھا کہ اب یہ مناصب ان پڑھ اور جاھل لوگوں سے پر کئے جائیں گے ۔ چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد سیکولر ازم پر اس کٹر اور بے لوچ انداز پر عمل کے خلاف وسیع پیمانہ پر رد عمل شروع ھو گیا (۱۰)۔ اور سیکولر

ازم کی اس تعبیر کو جو حکمران پارٹی پیش کر رہی تھی ترک عوام کی اقدار کے خلاف سمجھا گیا ۔ ۱۹۵۰ ء کے بعد سیکولر ازم کی وسیع اور روادارانہ تعبیر کی جانے لگی ۔ اس تعبیر کے نتیجے میں خود ریاست کی طرف سے نئے اور مذہبی تعلیمی ادارے قائم ہونا شروع ہو گئے اور اب جمہوریہ ترکی اگرچہ سیکولر ازم ریاست ہے۔ لیکن مذہبی تعلیم اور سرگرمیوں کیلئے ریاست مالی امداد فراہم کرتی ہے۔

امام خطیب مدرسے

۱۹۵۰ ء کے بعد امام خطیب مدرسوں میں خصوصی مڈل اور ثانوی مدرسے قائم کئے گئے تاکہ امام اور مبلغین کی تربیت کی جا سکے ۔ یہ مدرسے ۱۹۲۴ ء کے قانون کے تحت وزارت تعلیم کی طرف سے قائم کئے گئے ۔ اس مقصد کیلئے وزارت تعلیم نے شہریوں کا تعاون حاصل کیا اور ان سے مالی امداد حاصل کی ۔ ان مدرسوں میں عربی ، فارسی ، قرآن ، تفسیر ، حدیث ، فقہ ، کلام اور فلسفہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مضامین نصاب کے چالیس فیصد حصہ پر مشتمل ہوتے ہیں باقی مضامین طبیعیات، کیمیا ، سائنس اور ریاضی وغیرہ جدید علوم پر مشتمل ہوتے ہیں ۔ ان مدرسوں کا ترکی میں خیر مقدم کیا گیا ۔ ۱۹۷۰ ء میں امام خطیب مدرسوں کی تعداد بہتر تک اور طلبہ کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی تھی ۔

۱۹۷۵ ء میں ایک نیا قانون نافذ ہوا جس کے تحت امام خطیب مدرسوں کو امام خطیب کالج بنا دیا گیا اور کالجوں کے مطابق ان کی تنظیم نو کی گئی ۔ ۱۹۷۶ء میں ان مدرسوں کی تعداد ایک سو اکہتر ہو گئی اور فروری ۱۹۷۷ ء میں دو سو اڑتالیس (۲۴۸) ہو گئی ۔ اب ان مدرسوں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں

فنون (آرٹس) اور فزیکل سائنس کے شعبہ میں داخلہ لے سکتے ھیں ۔ ۱۹۷۵ ء سے پہلے یہ طلبہ یونیورسٹیوں میں داخلہ نہیں لے سکتے تھے (۱۱)۔

قیام جمہوریت کے ابتدائی زمانے میں ابتدائی مدرسوں کے نصاب میں مذھبی تعلیم کا انتظام تھا ، لیکن ۱۹۳۵ ء کے بعد مذھبی تعلیم کو نصاب سے خارج کر دیا گیا ۔ ۱۹۴۹ ء میں یہ طریقہ پھر بحال کر دیا گیا ، لیکن اب وہ نصاب کا حصہ نہیں تھا اور طالب علم رضاکارانہ طور پر تعلیم حاصل کر سکتا تھا یہ صورت حال اب تک قائم ہے ۔ ۱۹۵۶ء میں اس کی توسیع مڈل اسکولوں تک اور ۱۹۶۷ء میں ھائی اسکولوں تک کر دی گئی ۔

۱۹۴۹ء میں پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا گیا جس کا مقصد یونیورسٹیوں میں دینیات کا شعبہ قائم کرنا تھا ۔ یہ بل طویل مباحثے کے بعد جون ۱۹۴۹ ء میں منظور کر لیا گیا اور اس کے بعد انقرہ یونیورسٹی میں ایک فیکلٹی نے کام شروع کر دیا ۔ ۱۹۴۶ء کے قانون کے مطابق اس فیکلٹی کو خود مختاری حاصل ہے ۔ ترکی زبان میں اسکول الھیات فیکلٹی کہا جاتا ہے ۔ اس کے عملہ میں برابر اضافہ ھو رھا ہے اور اس کے لئے عمارتیں بھی علیحدہ تعمیر کی گئی ھیں ۔ اتا ترک یونیورسٹی ارض روم میں بھی اسلامی علوم کے شعبہ کے نام سے ایک فیکلٹی قائم ہے ۔

۱۹۷۳ ء سے یہاں عربی ، فارسی ، تفسیر ، حدیث ، اسلامی تاریخ ، سیرت ، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے ۔ یہ تعلیم آٹھ سمسٹروں میں مکمل کی جاتی ہے ۔

اعلی اسلامی تعلیم کے ادارے

انقرہ اور ارض روم کی یونیورسٹیوں کے مذکورہ بالا اسلامی شعبوں کے علاوہ یونیورسٹی کی سطح پر اعلی اسلامی تعلیم کے لئے بھی کئی

ادارے قائم کئے گئے ھیں جن کو یوکسیک اسلام انستی توسو (YUKSEK ISLAM INSTITUSU) کہا جاتا ہے۔ یہ بھی وزارت تعلیم کے تحت قائم کئے گئے ھیں ۔ اس سلسلے کا پہلا انسٹی ٹیوٹ ۱۹۵۹ ء میں استنبول میں قائم کیا گیا اور اب (۱۹۷۷ ء) ان کی تعداد سات ہو چکی ہے (۱۲) اعلی تعلیم کے ان اداروں کا نصاب تعلیم تقریباً وھی ہے جو انقرہ اور ارض روم کی یونیورسٹیوں کے شعبہ اسلامیات کا ہے ۔ امام خطیب کالجوں کے فارغ التحصیل طلبہ ان اداروں میں جو یونیورسٹی کی سطح پر ھیں داخلہ لے سکتے ھیں جبکہ ان اعلی تعلیمی انسٹیٹیوٹوں کے سند یافتہ وسطانی مدرسوں اور کالجوں میں اساتذہ کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دے سکتے ھیں اور مفتی کے منصب پر اور مساجد میں امام کے عہدوں پر بھی فائز ہو سکتے ھیں ۔

ان تعلیمی اداروں کے علاوہ جو عوام کو اسلام اور اس کی اقدار سے باخبر رکھنے کا اھم فریضہ انجام دے رھے ھیں ترکی میں کچھ دوسرے ادارے بھی ھیں جو اسلامی کلچر کو بالواسطہ طریقہ پر عوام تک پہنچا رھے ھیں ۔ ان میں چند اھم یہ ھیں ۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن ۔ ھفتہ کے مخصوص دنوں اور اوقات میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اسلام سے متعلق تقریریں ھوتی ھیں ۔ ان کے علاوہ ھفتہ وار مذھبی پروگرام بھی ھوتے ھیں خصوصاً جمعہ کے دن ۔ عیدالفطر ، عیدالاضحیٰ ، دوسری تعطیلات اور مذھبی مراسم کے موقعوں پر کئی کئی گھنٹے کے پروگرام پیش کئے جاتے ھیں ۔

۱۹۷۶ ء میں استنبول میں یونیورسٹی کی سطح پر ایک باضابطہ مدرسہ قائم کیا گیا تھا جس میں اسلامی فن تعمیر اور فنون لطیفہ پر درس دیئے گئے ۔ فنون لطیفہ سے اسلامی فن تعمیر تذھیب اور خطاطی

مراد ھیں ۔

مذھبی تعلیم کا دوسرا بالواسطہ ذریعہ مسجد بھی ہے ۔ ترکی میں مساجد کی کل تعداد ستر ھزار سے زیادہ ہے ۔ اس تعداد کو دیکھ کر ان کے اثرات اور اھمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ان مختلف قسم کے تعلیمی اداروں کی وجہ سے ترکی میں ایک نئی نسل تیار ھو رھی ہے جو اپنے تعلیمی نصاب کی وجہ سے زیادہ متوازن ہے اور جس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کے درمیان بہتر توازن قائم کر سکے گی ۔

امام خطیب مدرسوں کی تعداد

ترکی کے تعلیمی نظام اور مدرسوں سے متعلق مذکورہ بالا تفصیلات استنبول یونیورسٹی کے پروفیسر صالح توغ کے مقالوں پر مبنی ھیں ۔ اب روزنامہ ینی آسیا ، استنبول کی مختلف اشاعتوں کی مدد سے اس سلسلے میں مزید دلچسپ اور مفید معلومات پیش کی جا رھی ھیں ۔ ١٦ جولائی ١٩٧٧ ء کے ینی آسیا میں نجم الدین شاھینر (١٣) لکھتے ھیں کہ امام خطیب اسکولوں کا آغاز ڈیموکریٹ پارٹی کے دور میں ھوا اور ١٩٧٧ ء تک ان کی تعداد ٢٣٨ ھو گئی ۔ ذیل کی جدول سے معلوم ھوگا کہ ھر تعلیمی سال میں کتنے مدرسے کھولے گئے ۔

١٩٥١ء	تا	١٩٥٢ء	کا تعلیمی سال	٧
١٩٥٣ء	تا	١٩٥٤ء	"	٨
١٩٥٤ء	تا	١٩٥٥ء	"	١
١٩٥٦ء	تا	١٩٥٧ء	"	١
١٩٥٨ء	تا	١٩٥٩ء	"	٢
١٩٦٢ء	تا	١٩٦٣ء	"	٧

۱۹٦۵ء	تا	۱۹٦٦ء	"	۴
۱۹٦٦ء	تا	۱۹٦۷ء	"	۱۰
۱۹٦۷ء	تا	۱۹٦۸ء	"	۱۸
۱۹٦۸ء	تا	۱۹٦۹ء	"	۱۱
۱۹٦۹ء	تا	۱۹۷۰ء	"	۲
۱۹۷۰ء	تا	۱۹۷۱ء	"	۱
۱۹۷۴ء	تا	۱۹۷۵ء	"	۲۹
۱۹۷۵ء	تا	۱۹۷٦ء	"	۷۰
۱۹۷٦ء	تا	۱۹۷۷ء	"	۷۷

اعلی اسلامی تعلیم کے اداروں کا آغاز بھی ڈیموکریٹ پارٹی کے دور میں ہوا ۔ اس کے بعد اب تک اعلی اسلامی تعلیم کے نو ادارے قائم ہو چکے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے ۔

۱ـ	استنبول کا ادارہ	(انسٹی ٹیوٹ)	۱۹۵۹ء
۲ـ	قونیہ کا ادارہ	(")	۱۹٦۲ء
۳ـ	قیصری کا ادارہ	(")	۱۹٦۵ء
۴ـ	ازمیر کا ادارہ	(")	۱۹٦٦ء
۵ـ	ارض روم کا ادارہ	(")	۱۹٦۹ء
٦ـ	بروصہ کا ادارہ	(")	۱۹۷۵ء
۷ـ	سامسون کا ادارہ		۱۹۷٦ء
۸ـ	ایسکی شہر کا ادارہ	(")	۱۹۷۷ء
۹ـ	یوزگت کا ادارہ		۱۹۷۹ء

اس آخر الذکر انسٹی ٹیوٹ کے بارے میں ینی آسیا مورخہ ۵مارچ ۱۹۸۰ ء میں خبر دی گئی تھی کہ یہ ادارہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۰ ء کو کھل جائے گا ۔ اس جگہ یہ بات قابل غور ہے کہ امام خطیب مدرسے اگرچہ ۱۹۵۱ ء سے قائم ہونا شروع ہو گئے تھے لیکن ۱۹۷۴ ء تک صرف بہتر (۷۲) مدرسے قائم ہوئے اس کے بعد جب ملی سلامت پارٹی ۱۹۷۴ ء میں حکومت میں شریک ہوئی تو ۱۹۷۴ ء سے ۱۹۷۷ ء تک صرف تین سالوں میں ایک سو پچھتر (۱۷۵) نئے مدرسے قائم ہوئے ۔ اسی طرح اعلی تعلیم کے اسلامی انسٹی ٹیوٹ ۱۹۵۹ ء سے ۱۹۶۹ ء تک دس سال کی مدت میں صرف پانچ قائم ہوئے ۔ جبکہ ۱۹۷۵ ء اور ۱۹۷۷ ء کے درمیانی صرف دو سال میں تین مزید کالج قائم ہوئے ۔ ملی سلامت پارٹی ۱۹۷۴ ء سے ۱۹۷۷ ء کے آخر تک عدالت پارٹی اور ملی حرکت پارٹی کے ساتھ مخلوط حکومت میں شریک تھی ۔

ترکی کے قانون کے مطابق اگر کسی شہر کے باشندے اپنے خرچ پر مدرسہ امام و خطیب قائم کر لیں تو حکومت ان کو منظور کرنے پر مجبور ہے ۔ عام طور پر حکومتیں ایسے موقع پر لیت ولعل سے کام لیتی رہتی ہیں ۔ خصوصاً فوجی حکومتیں اور ری پبلکن پیپلز پارٹی کی حکومتیں ۔ ملی سلامت پارٹی اور عدالت پارٹی کے تعاون کے زمانہ میں یہ رکاوٹ ختم ہو گئی ۔ اس لئے اس مدت میں کثرت سے دینی مدرسے قائم ہوئے ۔

خلیل احمد حامدی صاحب نے جو معلومات فراہم کی ھیں ان سے معلوم ھوتا ہے کہ ۱۹۶۸ ء میں اعلی اسلامی تعلیم کے جو چار مدرسے قائم تھے ان میں طلبہ کی تعداد ڈھائی ہزار تھی اور ۲۴ دسمبر ۱۹۶۸ ء تک ان چاروں کالجوں سے ۷۶۵ طلبہ فارغ التحصیل ہو چکے تھے ۔ [۱۴] ۔ اسی طرح انقرہ یونیورسٹی کے الٰہیات کالج میں ۱۹۶۸ ء میں ۳۸۳ طلبہ

زیر تعلیم تھے اور اس وقت تک ۶۰۲ طلبہ کالج سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے ـ ۱۹۶۸ ء میں مدارس حفظ قرآن کی تعداد چار ہزار چار سو چالیس تھی ـ اور ان میں ایک لاکھ چالیس ہزار لڑکے اور لڑکیاں زیر تعلیم تھیں ـ امام خطیب مدارس میں ۱۹۶۸ ء میں تین مدرسے صرف عورتوں کیلئے تھے ـ ان میں استانی کے فرائض بھی عورتیں انجام دیتی تھیں ـ ان مدرسوں سے فارغ ہونے والی طالبات ثانوی مدارس میں دینیات کی معلمہ کی حیثیت سے فرائض انجام دیتی ہیں (۱۵)ـ

استنبول کا مدرسہ

ینی آسیا ۲۷ دسمبر ۱۹۷۸ ء میں استنبول میں اعلی تعلیم کے پہلے اسلامی انسٹی ٹیوٹ کے بارے میں بعض دلچسپ معلومات فراہم کی گئی ہیں ـ جنہیں ذیل میں پیش کیا جاتا ہےـ

۱۰ جون ۱۹۵۹ ء کو ایک نیا قانون نافذ ہوا جس میں اعلی اسلامی تعلیم کا مدرسہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ـ اس قسم کے پہلے مدرسہ کا افتتاح ۱۹ نومبر کو محلہ چار شنبہ کے امام خطیب اسکول میں کیا گیا ـ تین ماہ بعد اس مدرسہ کو فندقلی ,میں نامق کمال اسکول کی بالائی منزل میں منتقل کر دیا گیا ـ اکتوبر ۱۹۶۶ ء کے آخر تک یہ مدرسہ اسی عمارت میں رہا ـ پھر ۲۳ اکتوبر کو انسٹی ٹیوٹ محلہ اسکو داربالغلرباشی کی موجودہ نئی عمارت میں منتقل کر دیا گیا اور اب تک اسی میں قائم ہےـ

انسٹی ٹیوٹ کا مقصد اسلامی علوم میں ماہر علماء تیار کرنا تھا ـ چنانچہ انسٹی ٹیوٹ نے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے کام شروع کر دیا ـ اس کی تفصیل ڈاکٹر علی فواد باشگل (۱۶) سے سنئے ـ وہ کہتے ہیں ـ

„ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ ء کو وزارت تعلیم کے خصوصی دفتر کے

سیکریٹری نے مجھے ٹیلیفون پر بتایا که وزیر تعلیم جن کا ڈیموکریٹ پارٹی سے تعلق تھا ۔ مجھ سے ملنے کیلئے سه پہر کو آ رہے ھیں ۔ وزیر تعلیم عاطف بندرلی اوغلو (BENDERLIOGLU) انقرہ یونیورسٹی کے شعبه قانون کے سابق طالب علم رہ چکے ھیں ۔ چنانچه وہ وقت پر پہنچ گئے اور مزاج پرسی کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا " میرے عزیز استاد میری آپ سے ایک درخواست ہے اور وہ یه که استنبول میں قائم ہونے والے یوکسک اسلام انسٹی ٹیوٹ میں مدیر (ڈائریکٹر) کی جگه خالی ہے اور ہم اس کے لئے آپ کو سب سے موزون شخص سمجھتے ھیں ۔ ویسے بھی حقیقت یه ہے که یه تعلیمی ادارہ آپ کی سوچ کا نتیجه ہے۔ اگر آپ اس فرض کی ذمه داری قبول کر لیں تو میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا"۔

میں نے وزیر تعلیم کا شکریه ادا کیا اور اس ادارے کی قیام سے مجھے جو مسرت محسوس ہوئی اس کا بھی ذکر کیا ۔ لیکن اس کے ساتھ ھی میں نے کہا که میں خود کو اس بلند منصب کے لائق نہیں سمجھتا ۔ میں ایک گنه گار بندہ ہوں اور دین پر عمل کرنے کے معاملے میں مجھ میں کوتاھی پائی جاتی ہے۔ دینی تعلیم کے ایسے بلند ادارے کی سربراھی کیلئے صرف علمی قابلیت کا ہونا کافی نہیں بلکه آدمی میں زھد و تقوی بھی ہونا چاہیئے ۔ اسلئے آپ مجھے معذور سمجھیں ۔ وزیر تعلیم کا اصرار جاری رہا اور میں بھی انکار کرتا رہا ۔ آخرکار انہوں نے مجھ سے کہا که میں خود جا کر اس تعلیمی ادارے کا معائنه کروں اور اس کی تشکیل اور نصاب کے بارے میں ایک پروگرام پیش کروں ۔ چنانچه میں اگلے دن وھاں گیا اور تعلیمی ادارے کے اساتذہ اور طلبه سے گفتگو کی اور موجودہ نصاب کا خاکه لینے کے بعد چند دن محنت کی اور ایک طویل رپورٹ مرتب کرنے کے ساتھ ایک درسی پروگرام اس کے

ساتھ نتھی کرکے وزیر تعلیم کو پیش کر دیا ۔

نصاب اور تعلیمی پروگرام

یہ پروگرام اور نصاب جو پروفیسر علی فواد باشگل نے پیش کیا تھا نظریاتی اور عملی دونوں ضرورتوں کو سامنے رکھکر تیار کیا گیا تھا ۔ اس کے مطابق نظریاتی ہدف یہ ہے کہ طالب علم اسلام کو اسکے بنیادی سر چشمے قرآن اور سنت کے ذریعے سمجھ سکے اور اس میں اتنی صلاحیت پیدا کی جائے کہ وہ اھل سنت کے طریقے پر قائم رہتے ہوئے ان دونوں قانونی مآخذ کی مدد سے زمانے کی ضروریات کے مطابق فیصلہ کر سکے ۔ علاوہ ازیں ادارے میں ایسے لوگ اور عالم تیار کئے جائیں جو اسلامی اخلاق اور کردار کے مالک ہوں ۔ کیونکہ ترکی اور تمام اسلامی دنیا کے موجودہ مصائب کا بنیادی سبب یہ ہے کہ وہ ایسے حکمرانوں اور علماء سے محروم ہو گئی ہے جو باصلاحیت اور صاحب کردار ہوں ۔

تعلیمی پروگرام کے عملی مقاصد یہ ھیں کہ امام خطیب مدرسوں اور دوسرے دینی تعلیمی اداروں کیلئے اساتذہ کی ضرورت پوری کی جائے اور ترکی میں ایسے مفتی اور واعظ تیار کئے جائیں جو علم و ثقافت کے زیور سے آراستہ ہوں ۔ اس کے علاوہ خود انسٹی ٹیوٹ کیلئے اسکے اعلی اغراض ومقاصد کو پورا کرنے والے لیکچراروں اور پروفیسروں کی تربیت کی جائے اور اگر ممکن ہو سکے تو یونیورسٹیوں اور اسی قسم کے دوسرے اداروں کے جملہ اساتذہ کیلئے اعلی صلاحیت کے افراد تیار کئے جائیں ۔

۱۹۷۷ء میں استنبول کے یوکسک اسلام انسٹی ٹیوٹ میں جو چالیس اساتذہ تھے ان میں سے نصف اساتذہ اور ان کے ۲۳ معاون اسی انسٹی ٹیوٹ کے فارغ التحصیل ھیں ۔ انسٹی ٹیوٹ میں انقرہ یونیورسٹی کی الہیات فیکلٹی کے چند سند یافتہ اور مخلص افراد بھی تدریسی خدمات

انجام دے رہے ھیں ۔

اعلی تعلیم کے ان اسلامی انسٹی ٹیوٹوں کے مضامین تفسیر حدیث ، فقه اور کلام جیسے خصوصی علوم پر مشتمل ھیں ۔ اداروں میں عربی اور ترکی دونوں زبانوں کی تعلیم لازمی ہے ۔ دوسری زبانوں کی حیثیت ضمنی ہے ۔ خصوصی شعبوں میں سیمینار منعقد کئے جاتے ھیں ۔ ھر شعبه کا استاد ھفته میں کم از کم ایک بار ایک سیمینار کرتا ہے ۔ اسکے علاوہ انتظامیه کی طرف سے ھر درسی سال کے آغاز میں دینی ، علمی ، ادبی اور اجتماعی موضوعات پر لیکچروں کا انتظام بھی کیا جاتا ہے ۔ اور اس مقصد کیلئے اھل علم اور صاحب فکر افراد کو دعوت دی جاتی ہے اور طلبه کیلئے لیکچروں میں شرکت ضروری ھوتی ہے ۔

ینی آسیا کے مطابق اعلی تعلیم کے ان اداروں میں کبھی کبھی ناخوشگوار واقعات بھی پیش آ جاتے ھیں ۔ مثلاً ان اداروں میں ملازم بعض غیر ملکی اساتذہ نے اسلامی قوانین کو مسیحی قوانین کے مطابق کرنے کی کوشش کی تھی اور اس طرح انسٹی ٹیوٹ کو اس کے اغراض ومقاصد سے ھٹانے کی کوشش کی تھی ۔ اس طرح جمھور خلق پارٹی (پیپلز ری پبلکن پارٹی) کی حکومت کے زمانه میں یه سرکلر جاری ھوا که کالجوں اور اس قسم کے مدرسوں میں اخلاق کا درس فلسفه کے اساتذہ دیں گے تو انسٹی ٹیوٹ کے سند یافته طلبه میں پریشانی پھیل گئی ۔ اس کی ایک مثال عثمان پزارلی (PAZARLI) کی ہے جنھوں نے خلق پارٹی کی خواھش کے مطابق عمرانیات اور دیومالائی کھانیوں کی تعلیم مارکسی نقطه نظر سے دینا شروع کر دی تھی (۱۲) ۔

ان منفی کوششوں کا انسٹی ٹیوٹ کے جن اساتذہ نے مقابله کیا اور جو اب تک طلبه کی صلاحیتوں کو جلا دیتے رھے ھیں ان میں عمـــر

نصوحی (۱۸) ، جمال اوگت ((OGUT) ، ولی ارتان (۱۹) اور ادبی مورخ نہاد سامی بنارلی (۲۰) اور علی نہاد تارلان (۲۱) جیسے ماہرین خصوصی کا تذکرہ ضروری ہے۔ اس وقت استنبول کے انسٹی ٹیوٹ میں فقہ کا درس عمر نصوحی کی جگہ خیرالدین قرامان ، علم کلام کا درس ولی ارتان کی جگہ بکر توپال اوغلو ، حدیث کا درس محمد تنجی کی جگہ یاشر قندمیر (KINDMIR)، تصوف کا درس ماہراز (۲۲) کی جگہ سلجوق ارائیدن (ERAYDIN) اور علی اسکودارلی کی جگہ محمد علی ساری جیسے ممتاز اہل علم دے رہے ہیں اور یہ سب اسی انسٹی ٹیوٹ کے سند یافتہ ہیں ۔

استنبول کے انسٹی ٹیوٹ میں دو عمدہ کتب خانے بھی ہیں ۔ ان میں ایک ح ۔ جمال اوگت کا وقف کیا ہوا ہے اور دوسرا خود انسٹی ٹیوٹ کا قائم کیا ہوا ہے۔

حــوالــہ جـات

(۱) ڈاکٹر صالح توغ جریدہ الاتحاد کے مطابق استنبول یونیورسٹی میں اسلامی مطالعہ کے انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر ہیں ۔ انہوں نے "اسلام میں مالیاتی قانون" کے موضوع پر مقالہ لکھکر انقرہ یونیورسٹی کی الہیات فیکلٹی سے ڈاکٹر کی سند حاصل کی ۔ ان کی دوسری اہم کتاب "اسلامی ملکوں میں آئینی تحریکیں" ہے۔ ڈاکٹر صالح عربی انگریزی اور فرانسیسی جانتے ہیں ۔ انہوں نے ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب "عہد نبوی کے میدان جنگ" اور "سیرت محمد ﷺ" کا اور انور اقبال قریشی کی کتاب "اسلام اور سود" کا ترکی میں ترجمہ کیا ہے۔

(۲) معلوم نہیں صالح توغ کی مراد طرفان سے ہے جو غلطی سے طرفا لکھ دیا گیا یا طرفا کوئی دوسری جگہ ہے۔

(۳) عثمانی دور میں "ملازم" کی اصطلاح نائب اور معاون کیلئے استعمال ہوتی تھی ۔ فوج میں لفٹیننٹ کو بھی ملازم کہا جاتا تھا

(۴) ابتدائی عثمانی دور کے ممتاز صوفی اور عالم تھے ۔ مصر میں تعلیم حاصل کی اور ازنیق کے مدرسہ میں بیس سال تک درس دیا ۔ داؤد قیصری نے ابن عربی کی فصوص الحکم کی شرح لکھی ہے جو ترکی میں تصوف کی اشاعت کا باعث بنی ۔ ۷۳۵ ھ ۔ ۱۳۳۴ ء یا ۷۵۰ ھ ۔ ۱۳۴۹ ء میں وفات پائی ۔

(۵) اسلامی قوانین کا جدید طرز پر دفعہ وار مجموعہ ہے جسے ترکی کے ممتاز عالم اور وزیر احمد جودت کی نگرانی میں ۱۸٦۸ء اور ۱۸۷٦ء کے درمیانی آٹھ سال میں مرتب کیا گیا ۔ مجلہ کی ترتیب اسلامی قوانین کو جدید زمانہ کی ضرورت کے مطابق ڈھالنے کی تحریک کا ایک حصہ تھی ۔

(٦) محمد شرف الدین YALTKAYA (۱۸۷۹ء تا ۱۹۴۷ء) ممتاز عالم دین تھے ۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۲ء تک استنبول کے دارالفنون کے الہیات فیکلٹی میں علم کلام کی تاریخ اور اسلام اور اسکے فلسفے کے پروفیسر رہے ۔ اسکے بعد ۱۹۳٦/ھ تک محکمہ مذہبی امور کے سربراہ رہے ۔ اسلام اور تاریخی موضوعات پر تیس کے قریب کتابوں اور رسائل کے مصنف تھے ۔

(۷) ذکی ولیدی طوغان (۱۸۹۰ ء تا ۱۹۷۰ ء) دور جدید کے بہت بڑے محقق تھے ۔ روس میں باشقر دستان کے رہنے والے تھے ۔ آزادی کی جنگ میں ناکام ہونے کے بعد ۱۹۲۵ ء میں ہجرت کرکے ترکی چلے گئے تھے ۔ تاریخی موضوع پر ان کی کتابیں تحقیق کا بہترین نمونہ ہیں ۔

(۸) ماہنامہ THE UMMAH لندن اپریل ۔ مئی ۱۹۷٦ ء کا مشترکہ شمارہ ۔

(۹) ماہنامہ THE UMMAH ، لندن جون اور جولائی ۱۹۷٦ ء کا مشترکہ شمارہ ۔

(۱۰) ۱۹۵۰ ء کے انتخابات میں عصمت انونوکی پیپلز ری پبلکن پارٹی کی شکست اور جلال بایار اور عدنان مندریس کی ڈیموکریٹ پارٹی کی کامیابی جس نے ۱۹٦۰ ء تک ترکی پر حکومت کی ۔ اس رد عمل کا نتیجہ تھی ۔ علمی سطح پر جس ترک دانشور نے دینی تعلیم کی اہمیت اور سیکولر ازم کی تعبیر جدید اور دینی تعلیم کے فروغ کیلئے سب سے زیادہ کام کیا وہ مرحوم علی فواد باشگل (۱۸۹۱ء تا ۱۹٦۷ ء) تھے ۔

(۱۱) جناب خلیل احمد حامدی نومبر دسمبر ۱۹٦۸ء میں ترکی گئے تھے ۔ انہوں نے امام خطیب مدرسوں کے بارے میں جن تاثرات کا اظہار اپنی کتاب " ترکی ۔ قدیم و جدید " میں کیا ہے وہ قارئین کیلئے دلچسپی کا باعث ہوگا ۔ خلیل حامدی لکھتے ہیں کہ امام خطیب مدرسوں میں تعلیم کی مدت سات سال ہے ۔ پرائمری پاس طالب علم ان میں داخلہ لیتا ہے ۔ ان سے فارغ ہونے والے اگر تعلیم کو آگے جاری نہ رکھنا چاہیں تو محکمہ امور دینی میں امام ، خطیب اور واعظ کی حیثیت سے ملازمت کر سکتے ہیں ۔ اس وقت محکمہ امور دینی کے زیر اہتمام ترکی میں جتنے امام ، خطیب اور واعظ کام کر رہے ہیں وہ ان مدرسوں کے فارغ شدہ ہیں (صفحہ ۲۵٦ ۔ ۲۵۷) ۔

استنبول کے موجودہ امام خطیب مدرسہ کا آغاز بیس طلبہ سے ہوا اور اب ان کی تعداد ایک ہزار تین سو تک جا پہنچی ۔ اساتذہ کی تعداد ڈیڑھ سو ہے ۔ یہ مدرسہ جامع محمد فاتح کے قریب ہے ۔ عمارت پانچ منزلہ ہے ۔ کل رقبہ گیارہ

سو مربع میٹر ہے۔ مدرسہ کا اپنا شفاخانہ ہے۔ لائبریری ، دارالمطالعے اور مطبخ کا انتظام معیاری ہے۔ درس گاھیں نہایت صاف اور پرسکون ھیں ۔ طلبہ کیلئے نشستوں کا انتظام جدید تقاضوں کے مطابق ہے۔ ہوسٹل ، صفائی ، نظم اور سلیقہ کے لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ بستروں اور آھنی چارپائیوں کی یکسانیت قابل دید ہے۔ ضرورت مند طلبہ کیلئے لباس ، نصابی کتب اور طبی امداد مفت مہیا کی جاتی ہے۔ دوسری منزل پر ایرکنڈیشنڈ مسجد ہے۔ نماز باجماعت اور تجوید و قرأت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ (صفحہ ۱۲۹ ـ ۱۳۰) ۔

خلیل احمد حامدی صاحب نے امام خطیب مدرسہ کے طلبہ کے ایک اجتماع میں بھی شرکت کی تھی اس اجتماع کے تاثرات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ھیں ۔ ”میرے سامنے جو حاضرین موجود تھے انہیں دیکھکر اندازہ ہوا کہ امام و خطیب اسکول کے نام سے طلبہ اور اساتذہ کا جو تصور میں نے قائم کر رکھا تھا صحیح نہیں تھا ۔ میرا خیال تھا کہ ان مدرسوں میں اسی نوعیت کے اماموں اور خطیبوں کی کھیپ تیار ہو رہی ہے جو ھندوستان اور پاکستان کے اکثر دینی مدارس میں تیار ہوتی ہے ۔ لیکن یہ بات نہیں ہے بلکہ یہاں تازہ دم ، صحت مند اور زندگی کی توانائیوں سے بھرپور عنصر جمع ہے۔ ان کے چہرے غمازی کر رہے ھیں کہ دین سے گہرا عشق ان کو اس ادارے میں کھینچ لایا ہے (صفحہ ۳۷ ـ ۳۸) ۔

خلیل احمد حامدی صاحب کی وضاحت کے مطابق امام خطیب مدارس ایک رفاھی ”انجمن اشاعت علم“ کی کوششوں سے قائم ہوئے ھیں ۔ انجمن ۱۹۵۱ ء میں قائم ہوئی تھی اور ۱۹۶۸ ء میں اسکی بیس شاخیں تھیں وہ اپنے اخراجات چندہ کے ذریعہ پورا کرتی ہے۔

(۱۲) تازہ ترین اطلاع کے مطابق اب اعلی تعلیم کے اداروں کی تعداد نو ہو چکی ہے۔ تفصیل اگلے صفحات میں ملاحظہ کیجئے۔

(۱۳) نجم الدین شاھینر (SHAHINER) موجودہ دور کے ممتاز صحافی اور مصنف ھیں ۔ روزنامہ ینی آسیا ، استنبول میں پابندی سے لکھتے ھیں ۔ بدیع الزمان سعید نورسی کی مفصل سوانح کے علاوہ کئی اور اہم کتابوں کے مؤلف ھیں ۔

(۱۴) خلیل احمد حامدی ۔ ترکی ۔ قدیم و جدید ۔ ص ۲۵۷ ، لاھور ۱۹۷۲ء ۔

(۱۵) محکمہ امور مذھبی کے جریدہ ”دیانت گزیتیسی“ ۱۵ مارچ ۱۹۸۱ ء کے مطابق ۱۹۷۹ ء تا ۱۹۸۰ ء کے تعلیمی سال میں دور اول کا نصاب پڑھانے والے امام خطیب مدرسوں کی تعداد تین سو چالیس اور دور ثانی کا نصاب پڑھانے والے مدرسوں کی تعداد ۲۳۹ تھی ۔ دور اول میں چھ لاکھ ۲۱ ہزار طلبہ تھے جن میں ساڑھے ۳۵ ہزار لڑکیاں تھیں جبکہ دور ثانی میں دو لاکھ ۴۵ ہزار طلبہ تھے جن میں دو ہزار ایک سو لڑکیاں تھیں ۔ اسی طرح اعلی تعلیم کے اداروں سے

۱۹۸۰ء تک پانچ ہزار طلبہ فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔

(۱٦) علی فواد BASGIL (۱۸۹۱ء تا ۱۹٦۷ء) ایک ممتاز سیاست دان، ماہر قانون اور دانشور تھے۔ ترکی میں جمہوریت کی بحالی اور دینی تعلیم اور اسلام کے تحفظ کے سلسلے میں انہوں نے بے مثل خدمات انجام دیں۔ فرانس کی گرینوبل یونیورسٹی سے قانون میں ڈاکٹریٹ کی سند لی اور انقرہ یونیورسٹی میں قانون کے شعبہ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں انہوں نے جمعیت اشاعت آزادی افکار قائم کی۔ وزارت تعلیم میں اعلیٰ تعلیم کے ڈائریکٹر جنرل کے معاون کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ عدالت پارٹی کے بانیوں میں سے تھے اور ۱۹٦۵ء میں پارٹی کی طرف سے مجلس کبیر ملی کے رکن منتخب ہوئے۔ قانون اور سیاست کے موضوع پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان میں "دین اور سیکولر ازم"، "جمہوریت اور حریت" اور "۲۷ مئی کے انقلاب کے اسباب" ان کی اہم کتابیں ہیں۔

(۱۷) روزنامہ ینی آسیا، استنبول ۲۷ دسمبر ۱۹۷۸ء۔

(۱۸) عمر نصوحی بلمین (bilmen) ۱۸۸۳ء تا ۱۹۷۱ء ممتاز عالم دین تھے۔ ۱۹۴۳ء میں استنبول کے مفتی مقرر ہوئے اور ۱۹٦۰ء تا ۱۹٦۱ء محکمہ امور دینی کے سربراہ رہے ان کی تصانیف میں تفسیر قرآن اور علم فقہ کی لغت بہت اہم ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ میں وہ علم کلام کا درس دیتے تھے۔

(۱۹) ولی ارتان (ERTAN) یوکسک اسلام انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں جودت پاشا، عاکف اور احمد حمدی کی سوانح عمریاں شامل ہیں۔ ان کی ایک کتاب "جمہوریت کے دور میں دینی ادارے اور علمائے دین" سے متعلق ہے۔

(۲۰) مصطفےٰ نہاد سامی (BANARLI) ۱۹۰۷ء تا ۱۹۷۴ء۔ بلند پایہ ادیب تھے۔ ترکی ادب کی مصور تاریخ ان کی بہترین تصنیف ہے۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹٦۲ء تک انسٹی ٹیوٹ میں "اسلامی ترک ادبیات کی تاریخ" کے استاد تھے۔

(۲۱) علی نہاد تارلان (۱۸۹۸ء تا ۱۹۷۸ء) ممتاز ترک ادیب تھے۔ تیس کتابوں کے مصنف تھے۔ اقبال کی کتابوں کا ترکی میں ترجمہ کیا۔ شاعر عاکف سے متعلق ان کی کتاب کا اردو ترجمہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ وہ مذکورہ بالا انسٹی ٹیوٹ میں فارسی پڑھاتے تھے۔

(۲۲) ماہراز (۱۸۹۵ء تا ۱۹۷۴ء) ایک ممتاز عالم دین تھے۔ تصوف سے خصوصی لگاؤ تھا۔ اور شاعر اسلام محمد عاکف کے گہرے دوست اور عقیدت مند تھے۔ انہوں نے عاکف پر کئی اہم مضامین لکھے۔ ان کی تصانیف میں "دین اور معاشرہ" ایک اہم کتاب ہے۔

*****